تحقیق میں شک ایجابی کی اہمیت اور نظریہ شک معرفی اور یقین کی بحث

ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ

صدر شعبہ اسلامی و عربی علوم، جامعہ سرگودھا

شک کی حیثیت اور اس کی اقسام:

ذہین آدمی غور و فکر کا عادی ہوتا ہے۔ زندگی کے عام مسائل سے متعلق عموماً اور جن مسائل سے اسے دلچسپی ہوتی ہے ان سے متعلق خصوصاً وہ سوچتا رہتا ہے یا سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ فطرتاً ترقی پسند ہے اور اپنے حالات کو بدلنا یا بہتر بنانا چاہتا ہے اس لئے اس کے دماغ میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں یا پرانے مسائل سے متعلق نئے نئے پہلو اور شکوک اس کے سامنے آتے ہیں وہ ان مسائل کو حل کرنا یا شکوک کو دور کرنا یا یقین سے بدلنا چاہتا ہے۔ یہیں سے تحقیق کی ابتدا ہوتی ہے۔ منظم دماغ مسائل کو حل کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے اور اس وقت تک کوشش کرتا رہتا ہے جب تک وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے۔ اس کے لئے مشتبہ بات ایک جاندار سوال یعنی تلاش بن جاتی ہے اور جذبۂ تحقیق اسے مدعا کی جستجو پر آمادہ کرتا ہے تاکہ مبہم اور غیر معین بات واضح اور مستحکم ہو جائے۔ موجودہ سائنسی دور میں انسان ہر بات کا بدیہی ثبوت بھی چاہتا ہے اور تحقیق یہ ثبوت مہیا کرتی ہے۔[1]

تحقیق و تجسس انسان کی فطرت ہے اسی کی بدولت وہ زندگی کے آغاز سے اختتام تک ضرورت کی اشیاء اور مسائل کا حل دریافت کر کے اپنے لیے آسانیاں پیدا کر لیتا ہے، غور فکر، تجسس، کسی چیز کی حقیقت کے بارے میں دو یا دو سے زیادہ مختلف آراء کی طرف سبقت ذہنی ایک محقق کی خصوصیات میں سے ہیں، اسی کو امام غزالی شک بھی کہتے ہیں، حقائق تک پہونچنے کے لئے شک کی بہت اہمیت ہے۔ جب تک ذہن میں کسی امر کی دو طرفوں میں برابر غور نہیں کیا

---

[1] قریشی، عبدالرزاق، مبادیات تحقیق، ص 2،1۔

جائے گا، سوال پیدا نہیں گے، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کسی بھی چیز کی مختلف ابعاد و جہات کے بارے میں جامع اور درست تفکیر و تعبیر نہ ہو سکے گی، اس لئے ایک اچھا محقق ہمیشہ متجسس ہوتا ہے۔

> " جس دنیا میں ہم رہتے ہیں اسے سمجھنے کی کوشش مسلسل دکھائی دیتی ہے۔ حیرت زدہ آدم جب زمین پر اترا تو سب کچھ اس کے لیے نیا تھا چیزوں کی ماہیت و افادیت سے وہ واقف نہ تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے اپنے ارد گرد کے ماحول اور اس میں موجود اشیاء کو سمجھنے کی شعوری کوشش کی اور مسائل کے حل کے لیے نظریات دیئے۔ اپنے تجربہ کی بنیاد پر کسی مسئلہ کے حل کے لیے ابتدائی انسان کا ایک اصول بنانا دراصل تحقیقی عمل کا آغاز تھا۔ "[2]

اپنے متعارف معنوں میں اسلام کا آغاز اس دن ہوتا ہے جبکہ جبرائیلؑ جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پہلی مرتبہ وحی لے کر آئے اور اس وحی کا آغاز "اقرا" کے ایجابی امر سے ہوا اور انسان کو معبود برحق کی سب سے بڑی نعمت یہ بتائی گئی کہ اس نے نادان کو دانائی سکھائی۔ اسلامی آئیڈیالوجی کا نتیجہ تھا کہ اسلام نے پہلے ہی دن عقلیت کی اہمیت پر زور دیا تھا، قرآن اپنے مخاطبین سے عقل و خرد اور فہم و تدبر کے استعمال کا بار بار مطالبہ کرتا ہے۔ افلا تعقلون ، افلا یتدبرون۔ اولم یتفکرون۔ اسی معقولیت پسند تعلیم کا نتیجہ ہے کہ وہ کورانہ تقلید کو جوامع ماضیہ میں تمام تھی شرک سے تعبیر کرتا ہے۔ اقدار حیات کا جو نقشہ پیش کیا اس میں علم و حکمت زندگی کی قدر اعلیٰ ہے، مسلمانوں میں علم اور تحقیق کا بے پناہ شوق اسی ترغیب کا نتیجہ ہے۔[3]

اسی لئے حجۃ الاسلام امام غزالی (م 505ھ) نے فرمایا:

> "الشكوك هى الموصلة إلى الحق فمن لم يشك لم ينظر، ومن لم ينظر لم يبصر، ومن لم يبصر بقى فى العمى والضلالة"[4]

---

[2] اسلم ادیب، تحقیق کی بنیادیں

[3] غوری، بشیر احمد خان، اسلام میں علم و حکمت کا آغاز (لاہور: خدا بخش اورینٹل لائبریری، س ن) ص 10۔

[4] امام غزالی، میزان العمل، ص 409۔

شکوک ہی حقیقت تک پہنچاتے ہیں، سو جس نے شک نہیں کیا وہ غور و فکر نہ کر سکا، جس نے گہرائی سے معاملہ کو نہ دیکھا، وہ حقیقت کو نہ پا سکا، اور جو حقیقت نہ پا سکا وہ اندھیرے میں ہی بھٹکتا رہا۔

گویا روزِ اول سے ہی انسان کو تحقیق و تجسس کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے۔ اسی باعث اس کی فطرت میں ہر چیز کی تہہ تک پہنچنے اور اس کی حیثیت جاننے کی لگن رہتی ہے۔ جب تک وہ حقائق کی تہہ تک نہیں پہنچ جاتا بے چین اور بے قرار رہتا ہے۔ آسمان کا رنگ نیلا کیوں ہے؟ ستارے رات کو کیوں نظر آتے ہیں؟ چاند کیوں چمکتا ہے؟ موسم کیوں تبدیل ہوتے ہیں؟ برف کیوں جمتی ہے؟ پرندے کیوں پرواز کرتے ہیں؟ درخت کیسے پروان چڑھتے ہیں؟ ہوا کب چلتی ہے؟ سردی کب آتی ہے؟ انسان کیا ہے؟ کائنات کیا ہے؟ رات کو نظر کیوں نہیں آتا؟ بصارت اور بصیرت کیا ہے؟ حق اور باطل میں کیا فرق ہے؟ سچ اور جھوٹ میں امتیاز کیسے ہوتا ہے؟ یہ اور اس طرح کے بے شمار مسائل پر انسان کی نظر رہتی ہے اور رہی ہے۔ شروع سے ہی وہ ان سوالوں کے جواب تلاش کرنے کے لیے سر گرداں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروفیسر عبدالستار دلوی نے محقق کی متجسسانہ استعداد کو جاسوس سے مشابہت دی ہے، ان کا ماننا ہے کہ:

"محقق کی نظر اور طریقہ کار ایک جاسوس سے مشابہت رکھتا ہے۔ جس طرح ایک جاسوس چھوٹے چھوٹے پر اسرار اشاروں کو ایک باترتیب طریقہ استدلال کی روشنی میں پرکھتا ہے، اسی طرح محقق اپنے عمل تحقیق کے دوران ایک منصفانہ اور قابل تعین حل کیلئے چھوٹے چھوٹے پر اسرار اشاروں اور نکات کو استدلالی انداز میں مجتمع کرتا ہے۔ جس طرح جاسوس کی قابل اعتماد شہادت پر عمل و انصاف کا انحصار رہتا ہے، اسی طرح محقق کی حاصل کردہ شہادتیں ہی اس کے نتائج کو قابل قبول بنا سکتی ہیں۔ ایک کامیاب جاسوس کی طرح محقق کو بھی یہ معلوم رہنا چاہیے کہ پر اسرار اشارے کہاں سے مل سکتے ہیں۔ محقق کو ان اشارات کو

جمع کرنے، ان کو ترتیب دینے اور ان کا تجزیہ کرنے کے علم میں ماہر ہونا چاہیے۔ حصول مواد کے ہر ممکنہ ذریعے کے ساتھ اس کا تعلق ہونا چاہیے۔ عام طور پر مفید مطلب شہادتوں کی تلاش لائبریریوں میں ہوتی ہے، اس کو کتابوں کی فہرست اور ان کو رکھے جانے کے طریقہ کار سے اچھی طرح واقف ہونا چاہیے تاکہ مواد کی تلاش جلد اور مکمل انداز میں ہو سکے۔ مواد کے انتخاب کی مہارت بھی ضروری ہے تاکہ وہ غیر ضروری مواد کو نظر انداز کر کے اپنے مفید اور ضروری مواد ہی کو جمع کر سکے"۔[5]

یقین اور علم کا باہمی تعلق:

اسی طرح امام غزالی نے یہ بھی فرمایا:

"أن العلم اليقيني هو الذى يكشف فيه المعلوم انكشافاً لا يبقى معه ريب، ولا يقارنه أمكان الغلط والوهم "[6]

یعنی یقینی علم وہ ہے جس میں معلوم اس انداز سے کھل جائے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی شک باقی رہے، نہ ہی اس کے ساتھ کسی غلطی یا وہم کا امکان رہے۔

گویا یقین اور علم کا باہمی تعلق بہت گہرا ہے، کیونکہ جب تک شکوک قائم رہتے ہیں علم متحقق نہیں ہوتا اور جونہی شک کے پردے زائل ہوتے ہیں علم اور یقین کے مراتب شروع ہو جاتے ہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ یقین کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

"اليقين ارتفاع الريب في مشهد الغيب"۔[7]

غیب کے منظر نامے میں شک کے اٹھ جانے کا نام یقین ہے۔

---

[5] اردو میں اصول تحقیق، ص 92۔

[6] امام غزالی، المنقذ من الضلال، ص 60،

[7] أبو القاسم عبد الكريم بن هوازن القشيري النيسابوري (ت465ھ)، الرسالة القشيرية في علم التصوف، تحقيق: معروف مصطفى زريق (بيروت: المكتبة العصرية، صيدا، س ن) ص 181۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ سے یقین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "اليقين ارتفاع الشك"۔[8] یقین ارتفاع شک کا نام ہے، آپ اس کی مزید توضیح پیش فرماتے ہیں کہ:

"من لم يصل علمه باليقين، ويقينه بالخوف، وخوفه بالعمل، وعمله بالإخلاص، وإخلاصه بالمجاهدة، فهو من الهالكين".[9]

جس کا علم یقین کی سرحدوں کو نہیں پاتا، پھر اس کا یقین خوف الٰہی پیدا نہیں کرتا اور اس کا خوف اس کو عمل کی طرف مہمیز نہیں دیتا اور اس کا عمل اخلاص سے لبریز نہیں ہوتا اور اخلاص مجاہدہ کی صفت سے متصف نہیں ہوتا، تو ہلاکت پانے والوں میں سے ہے۔

ایک موقع پر آپ نے یقین کے مفہوم کو اس طرح واضح فرمایا:

"اليقين هو استقرار العلم الذي لا ينقلب، ولا يتحول، ولا يتغير في القلب"۔[10]

یقین علم کے ایسے قرار کو کہتے ہیں جو کبھی بدلتا ہے نہ پھرتا ہے اور نہ ہی قلب میں متغیر ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم صحیح وہ ہے جس پر عقل سلیم اپنی مہر تصدیق ثبت کر دے اور اس کے بعد اس کا یقین کر لے۔ اگر کوئی عقل سلیم سے پہلے کسی بات پر یقین کر بیٹھا اور اسے منہ سے نکال دیا، یا اس پر عمل کر لیا تو اس سے اس کی باز پرس ہو گی کہ اس جلد بازی کے کیا معنی؟ اور پھر اسے اس کی سزا دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں میں مل کر رہے گی۔

منہ سے کوئی بات نکالنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ کانوں سے ٹھیک سنا ہو۔ آنکھوں سے ٹھیک دیکھا ہو۔ پھر فکر نے ان ٹھیک سنی اور دیکھی باتوں سے ٹھیک نتیجہ نکالا ہو۔ پھر عقل سلیم یہ فتویٰ دیدے کہ یہ

---

[8] أبو نصر السراج الطوسي (ت378ھ)، كتاب اللمع، تحقيق: عبد الحليم محمود وطه عبد الباقي سرور(القاهرة: مكتبة الثقافة الدينية، 1423ھ/2002م) ص 103۔

[9] زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي (ت1031ھ)، الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية، تقديم وتعليق: أحمد فريد المزيدي (بيروت: دار الكتب العلمية، 2008م) 459/1.

[10] تاج الدين السبكي (ت727-771ھ)، طبقات الشافعية الكبرى، تحقيق: عبد الفتاح محمد الحلو، ومحمود محمد الطّناحي(القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، س ن،) 264/2.

ٹھیک نتیجہ ہے پھر دل کو اطمینان ہو جائے کہ اب یہ اس قابل ہے کہ اسے منہ سے نکالا جائے یا اس پر عمل کیا جائے۔[11] امام غزالی نے علم یقینی کے حصول کے لئے قیاس کے عناصر کا بھی ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"أما عناصر القياس لهذا العلم اليقيني فهي الأمان والثقة. حيث كل "علم لا ثقة به ولا أمان معه، وكل علم لا أمان معه فليس بعلم يقيني "[12]

یعنی قیاس کے وہ عناصر جو اس علم یقینی کے لئے ضروری ہوتے ہیں وہ امانت اور ثقاہت ہیں، اس لئے کہ ہر وہ علم جس کے ساتھ امانت اور ثقاہت وابستہ نہ ہو وہ یقینی علم نہیں ہو سکتا۔

اس لحاظ سے ایک محقق کو یقینی علم کے حصول میں متجسس ہونا چاہیے، شک اس لیے کرنا چاہیے تاکہ یقین ہو جائے۔ کسی بات کی تحقیق کے لئے دوسرے لوازم کے ساتھ اس پہلو کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہو گا کہ کیا عقل بھی اس کے وقوع یا عدم وقوع کو جائز تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔[13] اسی ضمن میں "نقد" کی حیثیت بھی واضح ہوتی ہے، کیونکہ اس سے بھی مقصود شبہات کا دفعیہ کر کے یقین واذعان کا حصول ہے۔

---

[11] فاروقی، عبدالحئ، خوانہ (ومعاونین). درس قرآن (لاہور: ادارہ درس قرآن، س ن) ۴/ ۲۷

[12] امام غزالی، المنقذ من الضلال، ص 60،

[13] ڈاکٹر محمد اسلم خانو ڈاکٹر رشاد احمد، شرعی نقطہ نظر سے تحقیق کے اصول، ھزارہ اسلامیکس، جلد 12، نمبر 2، 2013ء، ص 63-76